ایک خادمِ خلق کی کہانی

(مفکرِ احرار چودھری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ)

غلام دستگیر ربانی

چودھری افضل حق کا شمار پاک وہند کی ان چند ایک دانش ور ہستیوں میں ہوتا ہے جو خالص انسانی بنیادوں پر سماج سدھار کے علم بردار تھے۔ چودھری صاحب کے بارے میں کوئی بھی شخص بلا تأمل یہ کہنے کو تیار ہے کہ وہ ایسے خادمِ خلق انسان تھے جن کی سوچ کا ہر دائرہ اور زندگی کا ہر لمحہ یہی محنت کرنے میں گزرا کہ ایک بہتر انسانی معاشرے کی تشکیل کیسے ممکن ہو؟ بھوک، ننگ، کفر وشرک، جہالت، مصیبت، تنگی، بیماری، جبر اور غلامی کی زنجیروں میں جکڑے لاکھوں انسانوں کی نجات کے سوال پر سوچنے والا یہ ذہن جب راتوں کو جاگ جاگ کر معیشت ومعاشرت کی حقیقت۔ دین وشریعت، سیاست وثقافت، تاریخ وفلسفہ اور شعر وادب کی پرتیں کھولتا ہے تو شخصیت کا وہ پرتو نظر آتا ہے جو مظاہر کی بجائے اشیاء کی حقیقت کو دیکھنے اور پرکھنے کی اہلیت رکھتا ہے۔

دنیا اور معاشرے پر انسانیت ذہن کو مقدم جاننے والا یہ خادمِ خلق اپنی تمام زندگی ایک جہدِ مسلسل سمجھ کر گزارتا ہے۔ اور فرد کی آزادی سے لے کر اجتماعی آزادی کے حصول کے لیے کوشاں وقت کے حاکموں کے ظلم تلے قسم قسم کی صعوبتیں سہتا نظر آتا ہے۔ وہ جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے رہ کر یا پھر عوام کے بے حد قریب ہو کر اپنے مشاہدات وتصورات کو وقت کی کسوٹی پر پرکھتا ہے اور جب وہ ادب کے میدان میں آتا ہے تو جیلوں میں بہائے آنسوؤں کی نمک جیسی تلخی جا بہ جا اس کے شہ پاروں میں بکھر جاتی ہے۔

افسانوی ادب میں چودھری افضل حق کہانیوں کے دو مجموعے زندگی اور جواہرات کے ناتے ایک خاص ادبی مقام رکھتے ہیں۔ اگرچہ ان کی وجۂ شہرت ادیب کے بجائے سیاسی زعیم کی ہے اور بقولِ شورش کاشمیری ''وہ ادب کے میدان میں اس لیے آئے کہ طاؤس ورباب کے شیدائیوں سے انھی کے رنگ میں اپنی بات کہنا چاہتے تھے''۔ شورش مرحوم کی اس بات سے کلی اتفاق نہیں کیا جا سکتا کیونکہ بقول انھی کے چودھری صاحب نے ''ادب کو ادب کی خاطر نہیں بلکہ نفسیاتِ عمومی کے اندازہ شناس کی حیثیت میں مقصد کی خاطر اختیار کیا ہے''۔

ہر ادب کے بطن میں ایک مقصد پنہاں ہوتا ہے لیکن ہر ادب کو مقصدی یا افادی ادب نہیں کہا جا سکتا۔ چودھری صاحب کی اخلاقی واصلاحی کہانیاں نہ صرف مقصدی ادب کے زمرے میں آتی ہیں بلکہ معاشرتی وسماجی روایات کی مظہر بھی ہیں اور ناقد

بھی۔ غلام معاشرے کے فرد کی معاشرتی سربلندی، ان کے افسانوں کا بنیادی موضوع ہے۔ ''جواہرات'' یا ''زندگی'' کی کہانیوں کو جدید تنقیدی معیارات پر نہیں پرکھا جاسکتا کہ افسانے کے میدان میں ارتقائی سفر کی روداد بہت لمبی ہے اور جہاں موضوعاتی بنیادوں پر افسانے میں تبدیلی رونما ہوئی ہے وہاں ہیئتی، لسانیاتی، اسٹرکچرل اور فکری سطح پر بھی تبدیلی واقع ہوچکی ہے۔ لہٰذا جس طرح راشد الخیری اور صادق الخیری اردو ادب میں تکنیک کے بجائے اسلوبِ انشاء کو مقدم جاننے والے سمجھے جاتے ہیں اسی طرح افضل حق بھی افادی واخلاقی ادب تحریر کرنے میں اہم نام کی حیثیت ومقام رکھتے ہیں۔ مگر افسوس یہ کہ افسانے کی تاریخ مرتب کرتے ہوئے ان کا نام فراموش کردیا جاتا رہا ہے۔ تقابلی نظر سے دیکھا جائے تو موضوعات اور ذاتی تجربات ومشاہدات کے حوالے سے وہ معاصر کہانی نگاروں سے کہیں مختلف ہیں۔ ان کے افسانوں میں آزادی کا جذبہ ایک بنیادی خواہش کا درجہ رکھتا ہے علاوہ ازیں دوسرے انسانی مسائل بطورِ خاص معاشی مسائل کے سائے بھی ان کے افسانوں میں لہراتے رہتے ہیں۔ ان کے ہاں امیر اور غریب ہر دو طبقات میں فرق سے پیدا ہوئے والی پیچیدگیاں خاص اہمیت رکھتی ہیں۔

سادہ اسالیبِ بیان میں مشکل اور پُر معنی فلسفیانہ موشگافیاں افضل حق کی کہانیوں کا طرۂ امتیاز ہیں۔

''زندگی'' کی کہانیوں کے بارے میں چراغ حسن حسرت کی رائے یہ ہے کہ ''زندگی صحتِ خیال اور پاکیزگیٔ مطالب کے اعتبار سے دورِ حاضر کے اکثر معنی طراز ادیبوں کی دقیقہ سنجیوں پر فوقیت رکھتی ہے ...... اور اس کی سطور میں جوش وسرمستی اور خلوص وصداقت کا جو پَرتو نظر آتا ہے وہ ہمارے ادیبوں کی الفاظ آرائیوں کو کہاں نصیب'' اس طرح دیکھا جائے تو چودھری افضل حق اپنے وقت کے نثری انداز اور لب ولہجہ کا مکمل شعور رکھتے تھے اور اس پر انھیں قدرت بھی حاصل تھی۔ مسجع ومقفیٰ زبان کے ساتھ الفاظ کی مختلف فضائیں بنانا اُن کا کمال ہے۔ مترنم اور خوش آہنگ لہجۂ تحریر قاری کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ شاعرانہ زبان، سیاسی فکر اور بے خوف سپاہی جیسی گرم جوشی ان کی ہر تحریر میں موجود ہے۔

مثال کے طور پر ان کی ایک کہانی کا آغاز دیکھیے:

''میں نے ابھی عمر کی پچیس بہاریں دیکھی تھیں۔ مستِ شباب تو تھا ہی، شغلِ شراب نے انجام فراموش کر رکھا تھا......

یا پھر یہ ٹکڑا کہ:

......میں نے شغل طرب چھوڑا اور چھت پر چڑھ کر آسمان کا نکھار دیکھنے لگا۔ دریا بہاؤ پر تھا۔ پانی کناروں سے اُچھل اُچھل پڑتا تھا۔ میں نے اپنی عمر میں ایسی طغیانی اور اتنا پاٹ نہ دیکھا تھا۔ ابھی پانی لحظہ بہ لحظہ بڑھ رہا تھا''

(ایک خادمِ خلق کی کہانی)

ایسی ہی متعدد مثالیں آئینہ ہیں کہ چودھری افضل حق کی بیشتر کہانیاں جہاں موضوعاتی اعتبار سے انسانیت کا درس دیتی نظر

آتی ہیں، اس کے ساتھ ساتھ وہ دکھوں اور خوشیوں، خواہشوں اور تمناؤں کے ملاپ دِکھا کر مکمل زندگی کی تصویریں پیش کرتی ہیں۔

''زندگی'' اور ''جواہرات'' کی کئی ایک کہانیاں تسلسل میں لکھی گئی ہیں۔ مثلاً ایک خادم خلق کی کہانی اور ایک معلم کی کہانی وغیرہ ایک واضح تسلسل میں ہیں۔ اسی طرح جواہرات میں موجود کہانیاں ''رخصتی کے نظارے سے متاثر ہوکر''، ''دلہن'' اور ''دیپک راگ'' اور ''انتظار'' وغیرہ ایک تسلسل کی کہانیاں ہیں۔

''غلط فہمی'' کے عنوان سے لکھی گئی کہانی میں انھوں نے اپنے عہد کی معاشرت کی عکاسی کرتے ہوئے یہ دکھایا ہے کہ معیشت اور سیاست کی چکی میں پسنے والے اپنی آزادی سے عشق بھی نہیں کر پاتے۔ چودھری صاحب کی کہانیوں میں دیہات کے بارے ان کی مشاہداتی نگاہ بہت تیز ہے۔ انھوں نے پنجاب کے مشہور قصہ ''پورن بھگت'' کو نثری ڈھنگ میں لکھ کر اردو ادب میں گراں قدر اضافہ کیا ہے۔ اور ان لوک علامات کے ذریعے نئے اور اچھوتے مفاہیم کا تار و پود تیار کیا ہے۔

مجموعی طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ چودھری افضل حق جیسی پہلودار شخصیت کے جہاں اور متعدد پہلو ہیں وہاں ان کا افسانہ نگار ہونا ایک خاص معنی رکھتا ہے۔ شخصیت کا یہ پہلو بھی جو کہ ادب کے خادم کی حیثیت سے ہمارے سامنے آتا ہے ان کو خادم خلق ماننے پر ہمیں مجبور کرتا ہے۔ اردو کے افسانوی ادب میں چودھری افضل حق کا مقام اسقدر اہم ہے کہ اس پر تنقید کے نئے در کھلنا چاہیں اور ان کی کہانیوں پر وسیع النظری سے غور کیا جانا چاہیے۔

وہ ایک شخص.......

(بیاد: مفکّرِ احرار چودھری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ)

نہ وہ خدا تھا نہ اُس کی صفات رکھتا تھا
نہ وہ کسی بھی پیمبر سی بات رکھتا تھا
نہ وہ ملک تھا کہ درکِ خطا نہ رکھتا ہو
نہ وہ خطا پہ کسی بھی طور اکڑتا تھا
وہ ایک شخص تھا جس سے جہان والوں نے
کتابِ زیست کا اک ایک باب سیکھا تھا

(پروفیسر حبیب عاصم)